© rasailojaraid.com

شعرائے تاشقند

(از جناب ڈاکٹر کبیر احمد صاحب جائسی ایم۔ اے پی ایچ۔ ڈی (علیگ)

موجودہ جمہوریۂ ازبکستان کا علاقہ قدیم زمانے ہی سے علم و ادب کا گہوارہ رہا ہے جس کی خاک نے بلا مبالغہ ہزاروں ادباء، شعراء، فقہاء، صوفیا اور دوسرے علوم و فنون کے کاملین کو جنم دیا لیکن چونکہ قدیم زمانے میں موجودہ ازبکستان کی اپنی الگ کوئی حیثیت نہ تھی بلکہ یہ وسط ایشیا کا ایک حصہ تھا اس لئے اس کے باکمال فرزندوں کے تذکرے دوسرے لوگوں کے تذکروں میں اس طرح گڈ مڈ ہو گئے ہیں کہ ان کا الگ سے کوئی تذکرہ مرتب کرنا نا ممکن نہیں تو دشوار ضرور ہو گیا ہے۔ فارسی نظم و نثر کی بعض تاریخیں ایسی ضرور ہیں جن میں اس موضوع پر کچھ مواد جا بجا بکھرا مل جاتا ہے۔ ایسی ہی کتابوں میں مرحوم سعید نفیسی کی کتاب "تاریخ نظم و نثر در ایران و در زبان فارسی" بھی ہے جس کو انھوں نے تین ضخیم جلدوں میں مرتب کیا ہے۔ اس کتاب کی جلد اول کے سرسری مطالعہ کے بعد مجھے تاشقند کے شعرا کے سلسلے میں جو کچھ بھی مواد مل سکا ہے وہ آج کی گفتگو کا موضوع ہے۔ سطور ذیل میں جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے وہ میرے مجوزہ کام کا پہلا قدم ہے جو مواد کے دستیاب ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی ہیئت بدلتا جائے گا اور بہت ممکن ہے کہ کچھ عرصہ کی تلاش و جستجو کے بعد ازبکستان کے شعرا کا ایک جامع تذکرہ مرتب ہو جائے۔

<u>زین الدین محمود بن عبدالجلیل واصفی تاشقندی</u>: واصفی دسویں صدی ہجری کے مشہور و معروف فرد ہیں جن کو نظم و نثر دونوں پر یکساں قدرت حاصل تھی، ولادت تاشقند میں ہوئی اور وہیں انھوں نے اپنی تعلیم کے ابتدائی مراحل طے کئے۔ ابھی آغاز جوانی ہی تھا کہ عازم ہرات ہوئے اور وہاں پہونچ کر مشہور زمانہ صوفی شاعر جامی سے مستفید ہوتے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب محمد شیبانی خان ہرات کا حاکم تھا اور مولانا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنائی، محمد بدخشی، ریاضی، نوایی، امامی، ہلالی جیسے شعرا اس کے دربار سے منسلک تھے۔ واصفی کے ایک قول کے مطابق ۹۱۳ھ میں یہ تمام شعرا دربار میں جمع تھے اور کاتبی کے اشعار پر اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے اور اس کا ایک شعر جس میں تیغ اور آب کے الفاظ استعمال کئے گئے تھے پڑھتے جاتے اور اس کی تعریف میں کہتے جاتے کہ ان الفاظ کا اس طرح سے ایک شعر میں کھپانا محالات میں سے ہے۔ واصفی بھی ان باتوں کو سن رہا تھا، اس نے پانچ بحروں اور مختلف قوافی میں پانچ غزلیں لکھیں اور ہر ہر شعر میں التزاماً تیغ و آب کے الفاظ نظم کئے، ان غزلیات کا نام اس نے خمسہ متحیرہ رکھا تھا، صرف اسی ایک واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شعر کے میدان میں اس کا ذہن کتنا دراک رہا ہوگا۔ بہرحال وہ کچھ ہی مدت تک ہرات میں رہا پھر ۹۱۶ھ میں ماوراءالنہر واپس آگیا۔ سعید نفیسی نے اس کی واپسی کی وجہ یہ لکھی ہے کہ وہ ایک متعصب سنی مسلمان تھا، اور ہرات پر صفویوں کا اثر روز بروز بڑھتا جا رہا تھا جو خود اپنے عقاید میں واصفی سے کم کٹر نہ تھے، اس لئے اس کو اپنی جان کا خوف لاحق ہو گیا اور وہ ہرات سے نکل کر ماوراء النہر چلا آیا۔ یہاں آکر وہ ازبک بادشاہوں کے دربار سے منسلک ہو گیا، جن کے ساتھ اس نے ماوراء النہر کے علاقے میں کئی سفر بھی کئے لیکن اس کا قیام زیادہ تر تاشقند ہی میں رہتا۔ واصفی نے ازبک بادشاہوں کی تعریف میں کافی قصاید لکھے ہیں جن میں صنایع شعری کا اس کثرت سے استعمال کیا گیا ہے کہ شاعری کی اصل روح دب کر رہ گئی ہے۔

واصفی کی سب سے مشہور تصنیف بدایع الوقایع[1] ہے اس کو ایک طرح کا روزنامچہ سمجھنا چاہئے، اس کتاب میں اس نے اپنے سفروں کی تمام سرگذشتیں، اپنے تمام مشاہدات اور وہ باتیں جو اس نے دوسروں سے سنی ہیں سب کی سب یکجا کر دی ہیں۔ یہ کتاب ۹۱۸ھ سے ۹۵۰ھ تک کی سرگذشت پر مشتمل ہے اس کتاب کی ایک خاص خصوصیت یہ بھی ہے

---

[1] اس کتاب کا نسخہ کتاب خانہ جامعہ ملیہ میں آگیا ہے جس کی روشنی میں واصفی کی نظم و نثر نگاری پر ایک مفصل مقالہ زیر ترتیب ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ اس میں واصفی کے بہت سے قصاید ہم کو یک جا مل جاتے ہیں جو اس نے ازبک بادشاہوں کی مدح میں لکھے ہیں۔

واصفی کی شاعری جتنی زیادہ تصنعات سے پُر ہے اس کی نثر نگاری اس کے برعکس اتنی ہی سادہ اور سہل ہے جس میں کہیں کہیں علاقائی الفاظ، فقرے اور جملے بھی مل جاتے ہیں یہ دلچسپ کتاب نہ صرف اس زمانے کے رسم و رواج، تہذیب و تمدن سے ہم کو آشنا کرتی ہے بلکہ اس کی مدد سے وسط ایشیا کے مختلف علاقوں کا لسانی مطالعہ بھی کیا جا سکتا ہے جو یقیناً ایک دلچسپ اور نتیجہ خیز کام ہوگا۔

کچھ تذکرہ نگاروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس نے ۹۳۱ھ میں انتقال کیا، لیکن یہ بات کسی طرح درست نہیں ہو سکتی کیوں کہ بدایع الوقایع میں ۲۲/ رمضان ۹۵۰ھ تک کے واقعات کا اندراج ہے اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اس کا انتقال ۹۵۰ھ کے بعد کسی سنہ میں ہوا ہوگا۔ اس کے علاوہ جن تذکرہ نگاروں نے اس کی وفات کا سنہ ۹۳۱ھ قرار دیا ہے وہی لوگ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس زمانہ کا دوسرا مشہور شاعر زیرکی جو واصفی کا غلام تھا ۹۸۲ھ میں فوت ہوا۔ یہ بات قرین قیاس نظر نہیں آتی کہ زیرکی اپنے آقا کے انتقال کے ۵۰ برس بعد تک زندہ رہا ہو۔ اس لئے اس کا سنہ وفات ۹۵۰ھ کے بعد قرار دینا مناسب ہے۔

واصفی کا میدان سخن قصاید و غزلیات تک محدود ہے، جس میں اس نے اپنے فنکارانہ جوہر دکھائے ہیں لیکن اس کی شاعری پر صنایع کا اتنا زیادہ غلبہ تھا کہ اس کی شاعری صرف صنعت گری کی مثال بن کر رہ گئی غالباً یہی وجہ ہے کہ ہم کو عام فارسی شعرا کے تذکروں میں اس کے اشعار بآسانی دستیاب نہیں ہوتے۔

<u>زیرکی تاشقندی</u>: واصفی کے تذکرہ میں عرض کیا جا چکا ہے کہ زیرکی ان کا غلام تھا، بعض قرائن ایسے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ زیرکی کو ۹۳۲ھ میں غلامی کی لعنت سے رہائی ملی اور وہ اسی سال تاشقند سے بخارا چلا گیا۔ بخارا پہنچ کر وہ حصول علم کی طرف متوجہ ہوا اور تھوڑے ہی عرصہ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شہر کے دانشمندوں سے نہ صرف روشناس ہوگیا بلکہ ان سے بڑے بڑے شگفتہ تعلقات بھی قایم کر لئے۔ ابھی اس کو بخارا آتے ہوئے کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ ایک نوجوان پر عاشق ہوگیا، یہ عشق یہاں تک بڑھا کہ زیرکی نے خود کو اسی نوجوان کے ہاتھ دو سال کے لئے فروخت کر دیا، بِک کر جب اپنے آقا کے گھر پہونچا اور اس کی خدمت میں مصروف ہوا تو اس کے آقا کو معلوم ہوا کہ اس کا غلام کس پایہ کا دانشمند اور شاعر ہے اس نے زیرکی کو اپنی غلامی سے آزاد کر دیا۔

حصول آزادی کے بعد زیرکی بخارا سے بلخ چلا گیا جہاں وہ تیمور کے خاندان کی ایک یادگار میرزا ابراہیم بن سلیمان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لیکن یہاں کی سیاسی حالت چند ہی دنوں میں بدل گئی اور ابراہیم بن سلیمان، عبداللہ خان سے مغلوب ہوا جس کے نتیجہ میں عبداللہ خاں بلخ کا حکمران بن گیا۔ اسی زمانہ میں زیرکی نے عبداللہ خاں کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا جس کے صلہ میں اس کو پانچ سو خانی تنکے ملے۔ زیرکی نے ۹۸۲ھ میں بلخ میں وفات پائی۔

زیرکی کی شاعری مستی و سرشاری کی شاعری ہے اور اس کا ایک ایک شعر اس کی طبعی سرشاری کی یادگار ہے۔

مولانا زادہ فکری تاشقندی | فکری کے بارے میں ہماری معلومات بڑی ہی تشنہ ہیں۔ مولانا عبدالغفار نام کے ایک تاشقندی بزرگ تھے جن کا شمار ماوراء النہر کے دانشمندوں میں ہوتا اور اس علاقہ میں عزت و وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے۔ فکری انھیں کا لڑکا تھا لیکن باپ کی طرح اعلیٰ تعلیم حاصل نہ کر سکا تھا اس کے باوجود دھیرے دھیرے اس نے ترقی کی یہاں تک کہ اس کا شمار بھی دسویں صدی ہجری کے ماوراء النہر کے دانشمندوں میں ہونے لگا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس نے اپنے زمانے کے بہت سے دانشمندوں پر برتری بھی حاصل کی۔ جہاں تک اس کی شاعری کا تعلق ہے سعید نفیسی کے بیان کے مطابق وہ استادانہ غزل گوئی میں ماہر تھا، اس بیان سے اس کی شعری کاوشوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کی تاریخ پیدائش و وفات کا علم نہ ہو سکا۔ یہ چند سطریں صرف اس لئے لکھ دی گئی ہیں تاکہ اس کے بارے میں مزید تحقیق ہو سکے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا خوشی تاشقندی | خوشی کے جو چند سطری حالات ہم کو دستیاب ہوتے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اپنے زمانہ کا ایک اہم شخص رہا ہوگا۔ اس کا تو علم نہ ہو سکا کہ وہ تاشقند میں کب پیدا ہوا؟ لیکن چوں کہ وہ نوروز احمد خاں کے زمانے میں تاشقند کی وزارت پر فائز تھا اس لئے اس کو دسویں ہجری کے شعرا میں شمار کرنا چاہیئے۔ جب زمانے نے پلٹا کھایا اور وہ وزارت سے معزول ہو گیا تو اس نے خانہ نشینی اختیار کر لی اور اسی عالم میں اس نے دنیا سے کوچ کیا۔ وہ صرف غزل گو تھا اور اپنے زمانے میں اس نے اس صنف میں بڑی شہرت حاصل کی تھی، اس شاعر پر بھی مزید تحقیق کی ضرورت ہے اگر ممکن ہو سکا تو اس کی شاعری اور دور وزارت پر کسی دوسری صحبت میں روشنی ڈالی جائے گی۔

مولانا شہرتی مرغزی تاشقندی | مولانا شہرتی شاعر سے زیادہ صوفی کی حیثیت سے معروف ہیں چوں کہ ان کا سنہ وفات ۔۔۔ ہے اس لیے ان کا شمار گیارہویں صدی کے شعرا میں کرنا چاہیئے تاشقند کی ایک نواحی بستی جس کا نام مرغز ہے شہرتی وہیں کے رہنے والے تھے۔ وہ جس بستی کے رہنے والے تھے وہ لوہاروں کی بستی تھی ممکن ہے کہ ان کا بھی اس پیشے سے کوئی تعلق رہا ہو۔ جوانی ہی میں تحصیل علم سے فارغ ہو کر حج کے لئے بھی گئے جس سے ان کی مذہبیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ شہرتی مولانا لطف اللہ جوینی کے مرید تھے جو ایک کاشانی عالم مولانا خواجگی کے مشہور خلفا میں تھے، شہرتی جب مولانا لطف اللہ کے مرید ہوئے تو ایک عرصہ تک ریاضت شاقہ کرتے رہے اور برابر اپنے پیر کی خدمت میں حاضر رہے۔ اس کے علاوہ اپنے پیرزادہ مولانا محمد جو خواجہ کلاں کے نام سے مشہور تھے ان کی خدمت میں بھی باریاب ہوئے۔ خواجہ کلاں کی ہی خدمت میں ان کی شام زندگی نمودار ہوئی، شام زندگی کی تاریکی میں ان کو پھر اس دیار مقدس کی یاد ۔۔۔ کی زیارت وہ ایام جوانی میں کر چکے تھے چنانچہ ۔۔۔ میں دوبارہ سفر حج پر روانہ ہو گئے۔ ابھی وہ شام ہی پہونچے تھے کہ ان کا وقت آخر آگیا اور وہ اپنے ابدی سفر پر روانہ ہو گئے۔ شام سے ان کا جسد خاکی تاشقند لایا گیا اور ان کو شیخ حسین خوارزمی کے مزار کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پاس ایک چھوٹے سے میدان میں دفن کردیا گیا لہٰذا مذہبیت کے باوجود ان کا شمار اپنے زمانے کے بہترین غزل گویوں میں ہوتا ہے، ان کی پوری شاعری ان کے حالِ دل کی ترجمان ہے جس میں جوش و گہرائی کے ساتھ ساتھ بلا کی حدت بھی ہے۔

خواجہ حامد تاشقندی | خواجہ حامد کے بارے میں بہت کم معلومات دستیاب ہوسکیں، جو معلومات فراہم ہوسکی ہیں ان کی بنا پر بلا تکلف یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کا شمار اپنے زمانے کے اہم ترین افراد میں تھا جن کی عالی دماغی، شیریں سخنی اور خوش رفتاری کا ذکر سعید نفیسی نے بھی کیا ہے۔ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ ان کا سنہ ولادت و وفات کیا ہے۔ ان کی شاعری صرف غزلیات تک محدود ہے جس کو تذکرہ نگاروں نے استادانہ غزل کہا ہے یہ بڑی بندھی ٹکی اصطلاح ہے اس لئے جب تک ان کے کلام کے کچھ نمونے سامنے نہ ہوں ان کے اشعار کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے۔

عبداللہ بیگ تاشقندی | عبداللہ بیگ کے والد تاشقند کے رہنے والے تھے جو ہندوستان چلے آئے تھے۔ عبداللہ بیگ ہندوستان ہی میں پیدا ہوا اور جوانی کے زمانے میں خانِ خاناں کے دربار سے منسلک ہوگیا بڑا ہی سریع الفہم اور پر جوش انسان تھا لیکن اس میں خرابی یہ تھی وہ مغرور اور خود پسند تھا، اسی لئے اپنے زمانے کے شعرا کی مخالفت کا شکار رہا اور اس کے زمانے کے لوگ اس کو طنزاً "انوری دختر" کہتے۔ وہ ۱۰۰۰ھ تک زندہ رہا، اسی سال برار میں اس کا انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہے۔ عبداللہ بیگ اپنے زمانے کے مشہور غزل اور رباعی گویوں میں شمار کیا جاتا ہے مجھے اس کی شاعری کے نمونے نہیں مل سکے، عہد اکبری کے تذکروں کی ورق گردانی کے بعد اگر اس کے سلسلے میں مزید مواد فراہم ہوگیا تو کسی دوسری صحبت میں آپ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

مولانا صابری تاشقندی | مولانا صابری اپنے زمانے کے مشہور دانشمندوں اور فقیہوں میں تھے۔ دوسرے فقہا کی تصانیف پر انھوں نے حواشی بھی لکھے تھے اس سے ان کی علمیت کا ہلکا سا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس مذہبیت کے باوجود اپنے زمانے کے ایک دوسرے عالم مولانا حلیمہ سے ان کا اختلاف ہوگیا یہ اختلاف اتنا بڑھا کہ نوبت ہجو گوئی تک پہنچی اس عالم میں سب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہی ننگے ہوجاتے ہیں وہ بھی ننگے ہوتے بغیر نہ رہے جب یہ اختلاف اپنی انتہا کو پہنچ گیا تو وہ تاشقند سے سمرقند چلے گئے جہاں ان کو قاضیٔ شہر مقرر کیا گیا۔ ان کی شاعری ہر صنفِ سخن پر محیط ہے مگر غزلیات کے میدان میں ان کی فنی چابک دستی زیادہ ظاہر ہوتی ہے اور ان کا شمار اپنے زمانے کے مشہور غزل گو شعرا میں ہوتا ہے۔ ان کے سنہ ولادت و وفات کا پتہ نہیں چل سکا لیکن بعض قراین سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دسویں صدی ہجری کے اواخر یا گیارھویں صدی ہجری کے اوایل کے شاعر تھے۔

محمد ایوب تاشقندی | ایوب تاشقندی کا بھی شمار مذہبی افراد میں ہوتا ہے۔ ریسمان بازی میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور اس میدان میں عجیب و غریب کام انجام دیتے، لیکن یہ کام ان کو بھایا نہیں اس لئے اس سے دست کش ہوکر حصولِ علم کی طرف راغب ہوئے اور شاعری میں بقائی اندکانی کے شاگرد ہوگئے۔ ان کے چند سطری حالات جو ہم کو دستیاب ہوسکے ہیں ان کی زندگی کے کسی پہلو پر کوئی خاص روشنی نہیں ڈالتے اور نہ ہی ان کی شاعری کے بارے میں کوئی اشارہ کرتے ہیں اسلئے ہم بھی انکا تذکرہ کرتے ہیں

مولانا زادہ عبدالغفار تاشقندی | ان کے نام میں مولانا زادہ کے اضافے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کسی مذہبی خانوادہ کے چشم و چراغ تھے۔ خود بھی ایک مدت تک منصب قضا پر فائز رہے لیکن جب اس منصب سے معزول ہوگئے تو شاعری کی طرف متوجہ ہوئے اور اس میدان میں بھی انھوں نے کافی شہرت حاصل کی۔ ان کی غزل گوئی کو "غزل را خوب می سرودہ است" کہا گیا ہے جس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ان کی غزلیں شگفتہ اور جاذب نظر ہوں گی اگر ایسا نہ ہوتا تو خوب کا لفظ نہ استعمال کیا جاتا۔

کمال الدین تاشقندی | بعض قراین کی بنیاد پر ان کو دسویں صدی ہجری کا شاعر کہا جا سکتا ہے ان کا شمار اپنے زمانے کے مشہور صوفیوں میں ہوتا ہے۔ ان کی شاعری کے بارے میں ہم کو صرف اتنا معلوم ہے کہ انھوں نے ایک مثنوی شمع و پروانہ کے نام سے لکھی ہے، اس کے علاوہ سردست ان کے بارے میں کچھ کہنا دشوار ہے۔

نجاتی تاشقندی | ان کے بابت بجز اس کے کچھ نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ حصولِ تعلیم کے لئے بخارا گئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھے، وہ وہیں کے ہو کر رہ گئے یا تاشقند واپس آ گئے تھے، کون تھے، کیا کرتے تھے، کس طرح کی زندگی بسر کی اس کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے ان کی شاعری کے بارے میں ایک عام جملہ "غزل را خوب می گفتہ است" کہہ دیا گیا ہے اور بس۔ چوں کہ ان کے سوانح حیات پردۂ خفا میں ہیں اس لئے ہمارے لئے یہ عرض کرنا بھی دشوار ہے کہ یہ دسویں صدی کے بزرگ ہیں یا گیارہویں صدی کے۔ اس تذکرہ میں ان کا ذکر اس لئے کر دیا گیا ہے تا کہ کبھی آگے چل کر ان کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کی جا سکیں۔

سطور بالا میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے وہ ہر لحاظ سے تشنہ ہے اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اب اس بات کی کتنی سخت ضرورت ہو گئی ہے کہ آذربائیجان، تاجکستان، ازبکستان وغیرہ کے فارسی شعراء کے الگ الگ تذکرے مرتب کر دیئے جائیں اور ان کے بارے میں جو کچھ بھی مواد فراہم ہو سکے اس کو یکجا کر دیا جائے ورنہ اس وقت جو بھی مواد دستبرد زمانہ سے بچا ہوا ہے ممکن ہے کہ زمانے کے تند و تیز جھونکے اس کو بھی بحرِ فنا میں غرق کر دیں۔

تصحیح

برہان جنوری ۱۹۷۶ء

ص ۲۸ حوالہ ابن قیم کتاب الروح غلط ہے۔ صحیح حوالہ شاہ ولی اللہ الفوز الکبیر ص ۱۲ ہے۔

ص ۲۷ پر آخری سطر میں لفظ قرینہا کا حوالہ درج ہونے سے رہ گیا۔ اس کا حوالہ ابنِ قیم کتاب الروح ہے۔

© rasailojaraid.com